21

بٹالہ میں جماعت احمدیہ کا کامیاب جلسہ

(فرمودہ ۱۹- جون ۱۹۳۱ء)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

پچھلے دنوں بٹالہ میں ایک مقامی انجمن کا جلسہ ہوا تھا اور اس میں ہمارے دوستوں کو بھی چیلنج دیا گیا تھا اس لئے وہاں کی مقامی جماعت کی درخواست پر صیغہ دعوت و تبلیغ کی طرف سے بٹالہ میں ایک احمدیہ جلسہ کا بھی انتظام کیا گیا اس جلسہ کے متعلق بعض باتیں میں اس وقت کہنی چاہتا ہوں- ایک تو میں اس بات پر افسوس کرتا ہوں کہ باوجود اس کے کہ ہماری جماعت کا ایک ذمہ دار افسر مجسٹریٹ ضلع سے یہ معاہدہ کرکے آیا تھا کہ ہماری جماعت کے لوگ اس جلسہ کے ایام میں اپنے ہاتھوں میں سونٹے نہیں رکھیں گے پھر بھی جماعت کے بعض لوگوں کے پاس سونٹے رہے- اس کی دو ہی تشریحیں ہو سکتی ہیں اور وہ دونوں ہی افسوسناک ہیں- ایک تو یہ تشریح ہو سکتی ہے کہ وہ ذمہ دار افسر جنہوں نے معاہدہ کیا تھا کہ ہماری جماعت کے دوست ان ایام جلسہ میں اپنے ہاتھ میں سونٹے نہیں رکھیں گے انہوں نے اس اعلان کو پوری طرح پھیلایا نہیں معمولی اعلان کر دیا- مگر تعہد کے طور پر ساری جماعت میں انہوں نے اعلان نہ کرایا- اور یہ قدرتی بات ہے کہ جہاں ہزار بارہ سو یا چودہ سو کا اجتماع ہو وہاں سارے کے سارے دوست ایک وقت اکٹھے نہیں ہو سکتے- کچھ لوگ احتیاجوں کے رفع کے لئے باہر جاتے ہیں- کچھ پورے وقت کے لئے بیٹھ نہیں سکتے اور انہیں ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ وہ اپنے جسم کو حرکت دینے کے لئے باہر جائیں- ایسے لوگوں کو اس بات کا علم نہیں ہو سکتا کہ باقی دوستوں سے سونٹے لے لئے گئے ہیں- پس یا تو یہ صورت پیش آئی اور اگر یہی صورت پیش آئی تو یہ بھی قابل اعتراض ہے- کیونکہ جب کوئی شخص ہماری

جماعت کی طرف سے ایک معاہدہ کر کے آتا ہے تو وہ اپنی ذات کی طرف سے معاہدہ نہیں کرتا بلکہ جماعت کی طرف سے کرتا ہے اور احمدیہ جماعت کا لفظ ایسا بے قیمت نہیں کہ اس نام پر جب کوئی معاہدہ کیا جائے تو اسے جب چاہے توڑ دیا جائے۔ پس اگر ذمہ دار افسر نے جماعت کے سب لوگوں کو آگاہ نہیں کیا اور اپنے نمائندے ایسے مقرر نہ کئے جنہوں نے تمام جگہوں میں گھوم گھوم کر لوگوں کو اس معاہدہ سے آگاہ کیا ہو تو اس نے خطرناک جُرم کیا اور جماعت کی بدنامی کا موجب بنا۔ دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اس افسر نے تو اپنے عہد کو نباہ دیا اور یہ اعلان کروا دیا ہو کہ کوئی شخص اپنے ہاتھ میں سونٹا نہ رکھے اور سب کو اچھی طرح معلوم ہو گیا ہو کہ ہاتھوں میں سونٹا رکھنے کی اجازت نہیں مگر پھر بھی بعض افراد نے اس حکم کی تعمیل نہ کی۔ اگر واقعی ایسا ہی کیا گیا اور اس ذمہ دار افسر نے تمام افراد کو اطلاع دے دی مگر پھر بھی بعض افراد نے خواہ وہ ایک فیصدی ہی کیوں نہ ہوں اس حکم کی تعمیل نہیں کی تو یہ بھی افسوسناک بات ہے۔ کیونکہ خواہ قلیل حصہ ہی اس پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں ہوا تب بھی اس نے رسول کریم ﷺ کے اس حکم کی نافرمانی کی جس میں آپؐ نے فرمایا ہے مَنْ اَطَاعَ اَمِیْرِیْ فَقَدْ اَطَاعَنِیْ وَمَنْ عَصٰی اَمِیْرِیْ فَقَدْ عَصَانِیْ[2] یعنی جس نے میرے مقرر کردہ امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے مقرر کردہ امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ پس یہ دو صورتیں ہیں جن میں سے کوئی نہ کوئی پیش آئی تیسری کوئی صورت میری سمجھ میں نہیں آتی۔ انہی دو صورتوں میں سے ایک نہ ایک کو درست اور صحیح تسلیم کرنا پڑے گا۔ یا تو یہ ماننا پڑے گا کہ اس افسر نے جماعت کو پورے طور پر اطلاع نہیں دی اور اس صورت میں قصور اس کا اپنا تھا جماعت کا نہیں۔ اور یا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس نے اعلان تو کر دیا مگر جماعت کے بعض لوگوں نے خواہ وہ کتنے ہی قلیل کیوں نہ ہوں اس حکم کی اطاعت نہیں کی اور یہ دونوں صورتیں جماعت کی پیشانی پر بدنما دھبہ ہیں اور دشمنوں کو حرف گیری کا موقع دیتا ہے۔

آپ لوگوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ آپ اپنی تعداد کے لحاظ سے مخالفین کے مقابل میں آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں۔ پنجاب میں ہماری جماعت سب سے زیادہ ہے اور اگرچہ گورنمنٹ کی مردم شماری ہماری جماعت کے متعلق ایسی نہیں جس پر اعتبار کیا جاسکے مگر بہرحال گذشتہ مردم شماری میں ہماری تعداد پنجاب میں ۲۸ ہزار تھی اور اس دفعہ پنجاب میں ۵۵ ہزار احمدی قرار دیئے گئے۔ سرکاری لحاظ سے ہماری تعداد گذشتہ مردم شماری کی نسبت دگنی ثابت ہو گئی۔ مگر ہم جانتے

ہیں یہ تعداد بالکل غلط ہے۔ ضلع ہوشیار پور کے ایک گاؤں میں ۲۳۴ مرد لکھے گئے اور صرف ۲۳ عورتیں حالانکہ جس قدر مرد ہوں عموماً اسی قدر عورتیں بھی ہوا کرتی ہیں مگر لکھی گئیں صرف ۲۳۔ اسی طرح بٹالہ کی تحصیل میں نہایت غلط مردم شماری کی گئی۔ قادیان میں ہی باون۵۲ سَو کے قریب احمدی ہیں اور اگر ننگل، نواں پنڈ، ٹھیکری والہ اور دوسرے گاؤں جو قادیان کے اردگرد ہیں ملالئے جائیں تو اسی جگہ کی جماعت ساڑھے چھ ہزار کے قریب بن جاتی ہے۔ مگر بٹالہ کی ساری تحصیل کے کُل احمدی آٹھ ہزار لکھے گئے حالانکہ بٹالہ سے پرے گاؤں کے گاؤں ایسے ہیں جہاں احمدیوں کی بہت کثرت ہے۔ مثلاً دہرم کوٹ، دنجوان، اٹھوال اور شکار بھی بٹالہ میں ہی ہیں۔ پھر پاس ہی چار پانچ میل کے فاصلہ پر سیکھواں اور تلونڈی جھنگلاں ہے۔ ان تمام گاؤں کے احمدیوں کی مجموعی تعداد بھی سات آٹھ ہزار سے کم نہیں۔ اور اس لحاظ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ تحصیل بٹالہ کی کل احمدی آبادی کتنی ہوگی۔ مگر قادیان کے اردگرد جہاں ہم نے کوشش کی تھی کہ مردم شماری صحیح لکھی جائے وہاں بھی بعض جگہ اس سے بھی کم مردم شماری ہوئی۔ پس اس قسم کی باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے سرکاری مردم شماری پر اعتبار تو نہیں کیا جاسکتا مگر پھر بھی دنیا اسی سے اندازہ لگاتی ہے۔ لیکن اگر ہم اپنی تعداد مردم شماری والی تعداد سے بڑھا بھی لیں کیونکہ ہماری تعداد واقعی پنجاب میں اس سے بہت زیادہ ہے تو ان کمزور احمدیوں کو چھوڑ کر جو اپنا نام ظاہر نہیں کرتے پنجاب کے معروف احمدی دو لاکھ کے قریب بن جائیں گے۔ پھر بھی دو لاکھ اڑھائی کروڑ کے مقابل میں کیا حقیقت رکھتا ہے۔ سَو کے مقابلہ میں ایک بھی احمدی نہیں بنتا۔ مگر کیا وجہ ہے کہ آپ لوگوں کا اس قدر رُعب ہے اور کیوں دنیا خیال کرتی ہے کہ آپ لوگوں میں غیر معمولی طاقت اور قوت پائی جاتی ہے۔ اس کی وجہ محض اطاعت اور فرمانبرداری ہے کیونکہ لوگ سمجھتے ہیں پچپن ہزار نہ سہی اگر احمدیوں کو پچیس ہزار بھی سمجھ لو تب بھی ان کا مقابلہ کرنا آسان کام نہیں کیونکہ یہ تمام لوگ ایک ہاتھ پر جمع ہیں اور جہاں بھی انہیں اشارہ ہو ٹوٹ پڑنے کے لئے تیار ہیں اور اگر پچیس ہزار بھی مرنے مارنے پر تیار ہو جائیں تو انہیں تھوڑا خیال کرنا سخت غلطی ہوتی ہے۔

پس یاد رکھیں کہ آپ لوگوں کا تمام تر رُعب اور وہ عزت اور وقار جو سلسلہ کو حاصل ہے محض اطاعت کی وجہ سے ہے ورنہ کثرت تعداد کے لحاظ سے مسلمان کم نہیں مگر وہ پراگندہ ہیں اس وجہ سے انہیں کوئی نہیں پوچھتا۔ اگر کثرت ہی کی وجہ سے کوئی قوم معزز ہو سکتی تو مسلمان آج کیوں ذلیل ہوتے۔ مگر ان کی تو کوئی عزت نہیں لیکن آپ لوگوں کو ایک نمایاں درجہ حاصل ہے

اور ایسی طاقت آپ لوگوں کے اندر پائی جاتی ہے جسے دوسرے لوگ محسوس کرتے ہیں- یہ مقام محض اطاعت کی وجہ سے آپ لوگوں کو حاصل ہوا ہے- اس میدان میں اپنے آپ کو فیل کردو پھر کوئی نہیں جو تمہاری طاقت کا قائل ہو اور تمہارے رُعب سے خوف زدہ ہو- پس اپنے ہاتھ سے اپنی ذلت کرانا کوئی معقول بات نہیں ہو سکتی- میں اس کی تحقیقات کراؤں گا اور کمیشن بٹھا کر اس بات کا فیصلہ کراؤں گا کہ آیا اس ذمہ دار افسر نے صحیح طور پر تمام لوگوں کو اطلاع دیدی تھی یا نہیں اور اگر دے دی تھی تو وہ لوگ جو باوجود اطلاع کے سونٹے ہاتھ میں لئے رہے ان کے ناموں کا پتہ لگا کر تنبیہ کی جائے گی بلکہ تنبیہ کی بھی ضرورت نہیں- ان کا فعل ایسا ہوگا جو خود انہیں شرمندہ اور نادم کرنے کے لئے کافی ہوگا- اور اگر یہ ثابت ہوا کہ اس افسر نے جماعت کو اس بات سے پورے طور پر آگاہ نہیں کیا تھا تو اس کے خلاف کارروائی کی جائے گی کیونکہ وہ وقار جو ہماری جماعت کا تمام لوگوں کی نظروں میں تھا اس کو اس نے صدمہ پہنچایا- مخالف لوگ ہمارے ایمان کے تو قائل ہی نہیں کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تو وہ جھوٹا سمجھتے ہیں صرف ایک ہی چیز ہے جس کے وہ قائل ہیں اور جس کا ان کے دلوں پر گہرا اثر ہے اور وہ سلسلہ کا وقار اور اس کی شان اور عظمت ہے- اس صورت میں گویا وہ ایک ہی چیز جس کا مخالفین کے قلوب پر اثر ہے اس افسر نے اپنی غفلت اور کوتاہی کی وجہ سے اسے نقصان پہنچایا- پس اس غفلت کے ثابت ہو جانے پر اس افسر کے خلاف کارروائی کی جائے گی- لیکن جو ہوا سو ہوا آئندہ کے لئے میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ اگر وہ کہیں جائیں تو اگر خلیفہ وقت ساتھ ہو تو اس کی ورنہ جو بھی افسر ہو اس کی ایسی اطاعت اور فرمانبرداری کریں کہ دشمن خواہ وہ کس قدر نابینا ہی ہو آپ لوگوں کی اطاعت اور فرمانبرداری کو دیکھ کر اقرار کرے کہ اس جماعت کو اطاعت میں جو درجہ حاصل ہے اس کی دنیا میں کہیں نظیر نہیں ملتی- رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں اطاعت پر اس قدر زور دیا جاتا تھا کہ لوگ بعض دفعہ اطاعت میں غلوّ کر جاتے تھے- ایک دفعہ رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں ایک شخص کو امیر بنا کر بھیجا گیا کسی مقام پر صحابہؓ اور اس امیر میں اختلاف ہو گیا- امیر کہنے لگا تم پر میری یہاں تک اطاعت فرض ہے کہ اگر میں آگ جلا کر تم سب کو حکم دوں کہ اس میں کود پڑو تو تمہیں کود جانا ہوگا- اس پر بعض صحابہؓ نے کہا یہ معصیت ہے کیونکہ جب شریعت کہتی ہے لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ[^۴] کہ اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو- تو آپ کے حکم پر ہم آگ میں کس طرح کود سکتے ہیں- مگر بعض نے کہا بے شک ہم آگ میں بھی کود پڑیں گے کیونکہ رسول کریم

ﷺ نے فرمایا ہے اپنے اپنے امیر کی اطاعت کرو۔ جب رسول کریم ﷺ کے سامنے یہ معاملہ پیش ہوا تو آپؐ نے فرمایا اگر تم آگ میں کود پڑتے تو خودکشی کرتے ؎ کیونکہ جہاں کسی حکم کے متعلق شریعت کی نصوص بیّنہ موجود ہوں وہاں اگر ان کے خلاف حکم دیا جائے تو اس حکم میں اطاعت فرض نہیں ہوتی۔ مگر باوجود اس کے اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول کریم ﷺ اس قدر اطاعت پر زور دیا کرتے تھے کہ آپ نہیں بلکہ آپ کے مقرر کردہ امیر کے حکم پر بھی صحابہ کی جماعت میں سے ایک حصہ باوجود یہ جانتے ہوئے کہ خودکشی حرام ہے آگ میں کود پڑنے کے لئے تیار ہو گیا۔ پس اطاعت امیر کوئی معمولی بات نہیں۔ جماعت کو چاہئے کہ وہ ہمیشہ ایک نظام کے ماتحت رہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ پہلے دو دن بٹالہ میں کوئی خاص انتظام نہ تھا جس کی وجہ سے بعض لوگ شہر میں پھرتے رہے اور اس وجہ سے جلسہ میں حاضری بھی کافی نہ تھی۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ لوگوں پر مختلف امراء کا تقرر نہ کیا گیا تھا۔ اگر مختلف ٹولیوں میں لوگوں کو تقسیم کر کے ہر ٹولی کا ایک علیحدہ امیر بنا دیا جاتا اور لوگ جہاں بھی جاتے اپنے امیر سے اجازت لے کر جاتے اور پھر وہ سارے امراء اس امیر الجیش کے ماتحت ہوتے جو یہاں سے مقرر کیا گیا تھا تو کبھی اس طرح پراگندگی واقع نہ ہوتی۔ پس آئندہ کے لئے جماعت کو چاہئے کہ وہ امیروں کی بھی اطاعت کرے اور امیر الامراء کی بھی۔ مگر بہر حال اگر ہماری جماعت کی طرف سے کوتاہیاں بھی ہوئیں تب بھی خدا کا شکر ہے کہ دشمنوں پر ایسا رُعب بیٹھا کہ باوجود مباحثہ کے لئے بار بار بلانے کے وہ اپنے گھروں سے نہیں نکلے۔ یہ احمدیت کی ایسی نمایاں فتح ہے کہ اگر ان میں ذرا بھی شرم و حیا ہوئی تو وہ آئندہ احمدیوں کو مناظرہ کا چیلنج نہیں دیں گے۔ ہمارے دشمنوں نے اس جلسہ کے متعلق بعض عجیب و غریب باتیں شائع کرائی ہیں۔ ایک اخبار میں میں نے پڑھا اور مجھے پڑھ کر ہنسی آئی کہ چار ہزار احمدی نیزوں، تلواروں، بلموں اور ہتھیاروں سے مسلح ہو کر بٹالہ پر حملہ آور ہوئے اور شہر میں خوف و ہراس پیدا ہو گیا۔ ہمارے متعلق تو جو خبر انہوں نے شائع کرائی وہ بہر حال جھوٹی ہے۔ مگر اپنے متعلق جو انہوں نے لکھا وہ جھوٹی نہیں ہو سکتی اور اس سے ظاہر ہو گیا کہ احمدیوں کے جانے پر ان پر سخت خوف و ہراس طاری ہو گیا تھا۔ پس یہ کتنا بڑا خدا کا فضل ہے کہ آپ لوگ قلیل تعداد میں وہاں جاتے ہیں اور پھر بعض سے کوتاہیاں بھی سرزد ہوتی ہیں مگر تیس ہزار کی آبادی کا شہر ڈرنے لگتا ہے اور ڈرتا بھی کس سے ہے خدائے واحد کے مسیح احمد کی بھیڑوں سے جس کی بھیڑوں سے جو لوگ ڈر گئے وہ اس کے شیروں کے مقابل کس طرح آ سکتے ہیں۔ احمدیہ جماعت کا

طریق عمل موجود ہے- احمدی ہمیشہ حملے کے جواب میں لڑتے ہیں خود کبھی ابتداء نہیں کرتے چنانچہ انہوں نے بھی تسلیم کیا ہے کہ ہم لوگ امن اور سکون سے رہے' وگرنہ یہ لوگ حملہ کر دیتے- اس طرح انہوں نے تسلیم کرلیا کہ اگر ان کی طرف سے چھیڑ خوانی ہوتی تو احمدی بھی جواباً حملہ کرتے- اس سے ثابت ہوگیا کہ وہ لوگ خود تسلیم کرتے ہیں کہ احمدی کبھی ابتداءً حملہ نہیں کرتے بلکہ جواباً حملہ کیا کرتے ہیں- اور وہ لوگ جو دوسروں کے حملوں کے جواب میں حملہ کیا کریں ان پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا اگر ان پر اعتراض ہو تو پھر رسول کریم ﷺ پر بھی اعتراض وارد ہوگا- کسی نادان نے یہ باتیں اس قوم کے اخبار ملاپ میں شائع کرائی ہیں جو ہمیشہ رسول کریم ﷺ پر یہ اعتراض کرتی چلی آئی ہے کہ آپ نَعُوْذُ بِاللّٰہ خونخوار تھے اور آپ ﷺ کی تمام جنگیں ظالمانہ تھیں- اسے شائع کراتے وقت اتنی بھی سمجھ نہ آئی کہ ایسی باتیں میں ایسے اخبار میں شائع کرا کے خود اعتراض کا موقع دے رہا ہوں- مگر کچھ بھی ہو اس نے ایسا کیا اور اپنی حماقت کا ثبوت دیا-

پس اس وقت ایک تو میں نصیحت کرتا ہوں کہ پوری پوری اطاعت کا مادہ پیدا کرو اور دوسرے اللہ تعالیٰ کے احسانات کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس نے باوجود ہماری کمزوری کے ایسی نمایاں فتح دی جس کا دشمن کو بھی اقرار کرنا پڑا اگرچہ الفاظ ایسے کھلے نہ ہوں مگر غور کرنے والے کے لئے ان الفاظ سے اس حقیقت کا سمجھنا کچھ بھی مشکل بات نہیں- اس کے بعد میں ایک مضمون کے متعلق کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں جو بٹالہ میں غیر احمدیوں کے جلسہ میں ایک شخص نے بیان کیا- میں نے سنا ہے سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری نے اپنے جلسہ میں بیان کیا کہ احمدیوں کے مقابل پر ہمیں کسی کوشش کی ضرورت نہیں- سیاسی طور پر مسلمان کانگریس کی مدد کریں- احمدی ہمیشہ سے خوشامدی چلے آئے ہیں چنانچہ ان کا پیر بھی خوشامدی ہی تھا- جس دن ہمیں حکومت ملی اور میں وزیر اعظم ہوگیا یہ لوگ میرے بوٹ چاٹا کریں گے- اور گاندھی جی کی تعریف کرتے ہوئے کہا- مسلمانوں کو اس کے پیچھے چلنا چاہئے یہی وہ شخص ہے جس نے ہندوستان کو آزادی دلائی- میرزا صاحب نے آکر دنیا کو کونسی آزادی دلائی تھی انہوں نے تو آکر غلام بنا دیا- پھر کہا- یہ لوگ جب سوراج مل گیا گاندھی جی کی سرداری تسلیم کریں گے اور اب تو گائے پر لڑتے ہیں پھر گائے کا پیشاب پیا کریں گے- دراصل انبیاء کی جماعتیں غیروں کے لئے بمنزلہ آئینہ ہوتی ہیں سید عطاء اللہ شاہ نے ان الفاظ میں اپنے ہی باطن کا اظہار کیا ہے کیونکہ کانگریس کے وہ تنخواہ دار ملازم ہیں

یہی وجہ ہے کہ ۹۵ فیصدی مسلمان جس سکیم کے سخت مخالف ہیں وہ اسی کی تائید کرتے اور ملک میں غداری کرتے پھرتے ہیں۔ یہ غداری تو پیشاب سے بھی بدتر ہے کیونکہ پیشاب کا پینا تو پھر بھی بیماری میں جائز ہو سکتا ہے۔ فقہاء نے ضرورتاً شراب کو بھی جائز رکھا ہے۔ جب ضرورتاً شراب پینا جائز ہو سکتا ہے تو پیشاب کا استعمال بھی کسی وقت جائز سمجھا جا سکتا ہے مگر قومی غداری دھوکا اور فریب تو کبھی اور کسی صورت میں بھی جائز نہیں ہوتا۔ پس وہ لوگ جو دھوکا اور فریب کے عادی ہیں وہ گائے کا پیشاب اگر ایک دفعہ نہیں ہزار دفعہ بھی پی لیں تو ان کے متعلق تعجب نہیں ہو سکتا اور منہ سے تو شاید اب بھی وہ گاندھی جی سے یہی کہتے ہوں کہ حضور ہم گائے کا پیشاب کیا پاخانہ بھی کھانے کے لئے تیار ہیں کیونکہ ان کا مقصد محض گاندھی جی کی خوشنودی ہے۔ یاد رکھنا چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابل میں گاندھی وغیرہ کی کچھ بھی حقیقت نہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خدا کی طرف سے مأمور ہو کر آئے پس جو بھی آپ کے مقابل پر اٹھے گا خواہ وہ گاندھی ہو یا کوئی اور اللہ تعالیٰ اسے یوں کچل ڈالے گا جس طرح ایک جوں ماردی جاتی ہے۔ نادان کہتے ہیں کہ گاندھی جی نے انگریزوں کو ہرا دیا۔ اول تو یہ بات ہی غلط ہے لیکن پھر بھی اگر گاندھی جی انگریز کیا ساری دنیا کو بھی ہرا دیں تب بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابل میں اس کی کچھ حیثیت نہیں کیونکہ گاندھی جی کی فتوحات لوگوں کو خوش کر کر کے ہوئیں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دنیا کو ناراض کر کے جیتا۔ یہاں تک کہ دنیا کا ایک معتدبہ حصہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں میں آگرا اور ابھی کیا ہے دنیا دیکھے گی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر کس طرح مخلوق اکٹھی ہوتی ہے اور ایسا ہوگا کہ ان مخالفین کی اولادیں یا تو ان کی طرف اپنے آپ کو منسوب ہی نہیں کریں گی یا پھر ان پر لعنتیں بھیجیں گی۔ گاندھی جی اور ان کی تحریکیں ہستی ہی کیا رکھتی ہیں اس خدا کے جرنیل کے مقابل میں جو دنیا کا نجات دہندہ بن کر آیا۔ پھر گاندھی جی تو اسلامی تعلیم پر بھی اعتراض کرتے ہیں جب وہ یہ کہتے ہیں کہ میرا عقیدہ ہے کہ دفاع میں بھی جنگ جائز نہیں۔ اس طرح کیا وہ رسول کریم ﷺ پر یہ اعتراض نہیں کرتے کہ گویا نَعُوْذُ بِاللّٰہِ آپ ﷺ نے اندفاعی جنگیں کر کے برا کام کیا۔

پس ایسے شخص کی تعریف کرنا دراصل رسول کریم ﷺ کی علانیہ ہتک کرنا ہے مگر مونہہ سے مسلمان کہلاتے ہوئے اس شخص نے گاندھی جی کی تعریف کی جو مسلمانوں کے کھلے دشمن ہیں

اور تعریف بھی اس رنگ میں کی کہ گویا وہ مسلمانوں کے رہبر بننے کے قابل ہیں۔ حالانکہ وہ شخص محمد ﷺ کی جوتیوں کا تسمہ کھولنے کے بھی قابل نہیں۔ گاندھی جی ساری دنیا کے بھی فاتح ہو جائیں تب بھی اخلاقی لحاظ سے وہ محمد ﷺ کے مقابل میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ وہ تبھی حقیقی عزت حاصل کر سکتے ہیں جب رسول کریم ﷺ کی غلامی میں آجائیں پس ایسے شخص کی تعریف کرنا اور اس کی مدح کے راگ گانا انتہاء درجہ کی نادانی اور حماقت ہے کیا یہ وہی شخص نہیں جس کی آنکھوں کے سامنے ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں پر تشدد ہوتا ہے مگر وہ چپ بیٹھا رہتا ہے۔ ملک میں یہ تمام فتنہ اور فساد پیدا کرنے والے دراصل کانگریس کے لوگ ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کے افعال کے متعلق نفرت کا اظہار نہیں کیا جاتا محمد ﷺ تو جس بات کو سچا سمجھتے تھے اسے کبھی بھی چھپاتے نہیں تھے مگر یہ گروہ کام کچھ اور کرتا ہے اور زبان سے کچھ اور اظہار کرتا ہے یہی وہ گروہ ہے جس کی مرضی سے خون کئے جاتے ہیں اگر ان کی مرضی سے یہ سب کچھ نہیں ہوتا تو کیا وجہ ہے کہ بنارس میں جب ایک کپڑا بیچنے والے مسلمان کا قتل کانگریسوں کی طرف سے ہوا اور اس پر غیر معمولی فساد ہو گیا تو کانگرس نے اس کی تحقیق نہیں کرائی - پھر کیوں کانپور میں جو وارداتیں ہوئیں ان پر نوٹس نہیں لیا گیا محض اس لئے کہ یہ جانتے تھے لوگ ہمارا ہی کام کر رہے ہیں یہ عجیب بات ہے کہ فعل کی حقیقت سے تو نفرت کا اظہار نہیں کرتے۔ مگر عدم تشدد کا دعویٰ کیا جاتا ہے جس کے اندر ذرہ بھر بھی صداقت نہیں مگر محمد ﷺ جو کہتے تھے وہی کرتے بھی تھے۔ آپ کا قدم راستی پر تھا اور آپ ایسے بلند مقام پر پہنچے ہوئے تھے کہ جس کی گرد تک بھی یہ لوگ نہیں پہنچ سکتے۔ دراصل یہ دنیادار لوگ ہیں جدھر عزت اور دولت دیکھتے ہیں اسی طرف جھک جاتے ہیں۔

لارڈ اروِن سے ملاقات ہوئی گاندھی جی اسی پر ریشہ خطمی ہو گئے اور ہندو یہ کہتے ہوئے پھولے نہیں سماتے تھے کہ لارڈ اروِن نے گاندھی جی سے چھ گھنٹے تک ملاقات جاری رکھی۔ اگر یہ لوگ مردم پرست نہ ہوتے تو چھ گھنٹے کیا ساٹھ گھنٹے کی ملاقات بھی انہیں ان کے اصل مقصد سے ایک انچ بھی پیچھے نہ ہٹا سکتی مگر یہ جیسا موقع دیکھتے ہیں اسی کے مطابق اپنے اعمال میں تغیر کر لیتے ہیں۔ ان کے محض بناوٹی اخلاق ہیں' دھوکے کی ٹٹیاں ہیں اور پھر منہ کھولتے ہیں اس سچائی اور راستبازی کے بادشاہ پر جسے آدم سے لے کر آج تک تمام انبیاء پر فضیلت حاصل ہے اور جسے اللہ تعالیٰ نے سید ولد آدم قرار دیا ہے [۴] کہنے کو تو کہتے ہیں ہمارا اصل عدم تشدد ہے۔ مگر کانگریسوں

کے سارے کام دیکھ لو۔ لوگوں کو مارا بھی جاتا ہے پیٹا بھی جاتا ہے اور دھوکا اور فریب پیٹ بھر کر کیا جاتا ہے مگر اس پر کوئی نوٹس نہیں لیا جاتا۔ ایک تماشہ ہے جو ان لوگوں نے بنا رکھا ہے۔ پھر بھی یہ لوگ گاندھی کو محمد ﷺ اور آپ کے خدام کے مقابل میں پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ محمد ﷺ تو کیا آپ کے خادموں کے خادموں کے مقابلہ میں بھی گاندھی کی کچھ حیثیت نہیں۔ ہم دنیاوی لحاظ سے گاندھی جی کا اعزاز کرتے ہیں لیکن اگر خود ان کے چیلے چانٹے مذہبی پیشواؤں کے مقابل پر انہیں کھڑا کریں اور ہم جواباً حقیقت کا اظہار کریں تو ہم معذور ہیں۔ اگر گاندھی جی یا ان کے چیلوں کو ہماری یہ باتیں بُری لگیں تو اس کی تمام تر ذمہ داری خود گاندھی جی پر ہے۔ سید عطاء اللہ شاہ کی تو ہستی ہی کیا ہے ان کے بڑے بڑے لیڈر بھی جماعت احمدیہ کی تعریف کرتے ہیں۔ ڈاکٹر سید محمود صاحب جو کانگریس کے سیکرٹری ہیں انہوں نے میرے سامنے کہا کہ میں آپ کے سیاسی خیالات سے اختلاف رکھتا ہوں لیکن مذہبی لحاظ سے آپ کی اسلامی خدمات کا قائل ہوں۔ ہمارے درد صاحب جب گاندھی جی سے ملنے گئے تو اس وقت بھی گاندھی جی کے سامنے ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ مسلمانوں میں اگر کوئی کام کرنے والی جماعت ہے تو وہ احمدیہ جماعت ہی ہے۔ جس پر خود گاندھی جی نے کہا کہ میں اس امر کو خوب جانتا ہوں۔ پس لیڈروں کے تو یہ خیال ہیں مگر یہ ان کے شاگردوں کا شاگرد کہتا ہے کہ جماعت احمدیہ گائے کا پیشاب پیا کرے گی۔ احمدیہ جماعت گائے کا پیشاب نہیں پئے گی بلکہ وہ اس جیسے بے غیرت لوگوں کو پینے سے بچائے گی۔ کیونکہ ہمارا کام ہی یہ ہے کہ ہم اسلام کی وہ عظمت قائم کریں جو ہر قسم کے شرک کو دنیا سے ملیامیٹ کردے۔

ہر شخص اپنے مقام پر اچھا سمجھا جاتا ہے لیکن اگر اس کو اس کے اصل مقام سے بڑھا دیا جائے تو یہ اچھا نتیجہ پیدا نہیں کرتا۔ باپ اپنی جگہ قابل اعزاز ہستی ہے اور بادشاہ اپنی جگہ۔ لیکن اگر کوئی باپ کو بادشاہ کے مقابل پر کھڑا کرتا ہے تو وہ خود اپنے آپ کو ذلیل کراتا ہے کیونکہ بادشاہ کی تمام رعایا عزت کیا کرتی ہے۔ پھر اگر کوئی اسے خدا کے ایک نبی کے مقابل کھڑا کرتا ہے تو وہ اسے اور ذلیل کراتا ہے۔ اسی طرح اگر لوگ اپنے جیسے کسی انسان کو خدا کے مقابل پر کھڑا کریں تو اسے بہت ہی زیادہ ذلیل اور رسوا کراتے ہیں۔ پس ہماری جماعت ان لیڈروں کا ہمیشہ سے ادب کرتی چلی آئی ہے اور ہم ہمیشہ گاندھی جی کی جائز حد تک تعظیم کرتے چلے آئے ہیں لیکن اگر ان کے چیلے گاندھی جی کو ہمارے مامور کے مقابل پر کھڑا کرتے ہیں تو ہم انہیں بتائے دیتے ہیں کہ اخلاقی طور پر ہم گاندھی جی کی کچھ بھی حیثیت نہیں سمجھتے۔ محمد ﷺ کا ایک ادنیٰ سے ادنیٰ ترین غلام جس سے

ادنیٰ ہونا ناممکن ہو اسے بھی ہم گاندھی جی سے ہزاروں درجے افضل سمجھتے ہیں۔ پس اگر کانگریس کے دلدادہ اور کانگریس کے تنخواہ دار ایجنٹ چاہتے ہیں کہ ہم ان کے لیڈروں کا ادب کریں تو وہ انہیں ہمارے بزرگوں کے مقابل کھڑا نہ کریں۔ دونوں کے مقاصد میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ایک دنیا کے لئے لڑ رہا ہے اور چاہتا ہے کہ دنیا کو دنیا دے اور ایک بھولی بھٹکی دنیا کو خدا سے ملانا چاہتا ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کی سنت یہی ہے کہ جو اس کے لئے دنیا چھوڑ دے اسے دنیا بھی مل کر رہتی ہے اور زمانہ دیکھے گا کہ وہی مسیح موعودؑ جو دنیا کو روحانی بادشاہت کے لئے بلا رہا ہے آخر دنیا بھی اس کے قدموں میں لا ڈالی جائے گی اور دنیا کے بادشاہ آپ کے غلاموں میں داخل ہو کر آپ کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ آج نہیں کل، کل نہیں پرسوں، اس سال نہیں اگلے سال، اس سے زیادہ بڑھالو پچاس سال، سو یا دو سو سال بعد یقیناً یہ باتیں جو لکھی جائیں گی پوری ہوں گی اور دنیا دیکھے گی کہ ساری حکومتیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں میں لا ڈالی جائیں گی اور دنیا کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ محمد ﷺ کی لائی ہوئی تعلیم (کیونکہ اصل مبداء تو آپؐ کی ہی تعلیم ہے) ایسی اعلیٰ اور ارفع اور مکمل ہے کہ اس پر چلنے سے انسان کو دین بھی ملتا ہے اور دنیا بھی مل جاتی ہے۔ ہمارے نزدیک دنیا کی ترقی محض محمد ﷺ کی اتباع میں ہے بادشاہوں اور جرنیلوں کی اتباع میں نہیں اور محمد ﷺ کا ادنیٰ سے ادنیٰ شاگرد دنیا کے بڑے سے بڑے بادشاہ سے افضل ہے۔ دنیا کے بادشاہ اور دنیا کی حکومتیں اور سلطنتیں کبھی بھی امن اور راحت اور چین حاصل نہیں کر سکیں گی جب تک وہ خدا کے مامور کی جماعت میں شامل نہ ہوں گی۔ پس یہ بیہودہ اور فضول بات ہے کہ جو لوگ خدا کی طرف سے آتے ہیں ان کا مقابلہ دنیاوی لیڈروں سے کیا جائے۔ سیاسی لیڈر اپنی جگہ اچھا کام کر رہے ہیں اگرچہ ان کے بعض کاموں سے ہمیں اختلاف اور شدید اختلاف ہے مگر پھر بھی ہم سمجھتے ہیں وہ ملک کی خیر خواہی کے لئے کر رہے ہیں۔ لیکن وجہ کیا ہے کہ ان کے چیلے انہیں ہمارے بزرگوں کے مقابل کھڑا کرتے ہیں اور ایسی طرف قدم اٹھاتے ہیں جس طرف انہیں اٹھانا نہیں چاہئے۔ دنیا میں کون سا ایسا نبی آیا ہے جسے پہلے ہی دن حکومت مل گئی ہو۔ رسول کریم ﷺ تیرہ [۱۳] برس مکہ میں رہے مگر کون کہہ سکتا تھا کہ وہی شخص جو مکہ کی گلیوں میں کسمپرسی کی حالت میں پھرا کرتا تھا ایک دن دنیا کا بادشاہ بن جائے گا۔ حضرت مسیح ناصری کی امت واقعہ صلیب کے بعد سینکڑوں سال تک تکلیفیں اٹھاتی رہی پھر خدا نے انہیں جب حکومت دی تو اتنی لمبی حکومت دی کہ اب تک قائم ہے۔ ایک وقت تھا کہ اسلامی حکومت نے عیسائی

سلطنت کو تباہ کر دیا تھا مگر پھر بھی آگ کی چنگاری کی طرح عیسائی حکومت دبی رہی۔ اسلامی حکومتوں کے زمانہ میں تو وہ دبے رہے مگر پھر بھڑک اٹھے۔ پس یکلخت سلطنت اور حکومت تو کبھی نہیں ملتی۔ یہی حال جماعت احمدیہ کا سمجھنا چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کو اللہ تعالیٰ حکومت دے گا مگر اپنے وقت پر۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک الہام ہے

دیر آمدہ ز راہ دور آمدہ[۵]

یہ الہام ہے تو ایک شخص کے متعلق مگر اس میں جو حقیقت بیان کی گئی ہے وہ یہی ہے کہ جو چیز دیر سے ملتی ہے وہ دیرپا بھی ہوتی ہے۔ ز راہ دور آمدہ کا منشاء یہی ہے کہ خدا نے اس کو بہت دور سے بھیجا ہے اور وہ بہت دیرپا ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ رسول کریم ﷺ کا جو یہ دوسرا ظہور ہوا ہے اس میں جب احمدیہ جماعت کو حکومت ملی تو اس کا بڑا لمبا دَور ہو گا۔ اتنا لمبا کہ ممکن ہے قیامت ہی آجائے اور ممکن ہے اسی دَور سے ایک دُوسرا دَور شروع ہو جائے۔ بہرحال وہ حکومت کا اتنا لمبا دور ہو گا کہ اس سے بڑھ کر لمبا دور اور کسی حکومت کا نہ ہو گا۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمارے دشمنوں کو اس بات کی سمجھ عطا فرمائے کہ خدا کے شیروں کے مقابل کھڑا ہونا کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ ہم تو ان کے دلی خیر خواہ ہیں۔ دنیا کی عزت تو گاندھی جی کو ملی ہے ہم چاہتے ہیں انہیں دین کی بھی عزت مل جائے تا خدا کے حضور میں بھی وہ گاندھی جی ہو جائیں۔ ابھی تو وہ دنیا کی نگاہ میں ہی گاندھی جی ہیں خدا کی نظر میں نہیں اور خدا کی نگاہ میں گاندھی جی وہ صرف اسی صورت میں ہو سکتے ہیں جب کہ وہ کہیں "غلام احمد کی جے"[۶]۔ اس صورت میں خدا انہیں کہے گا کہ اس جے کہنے کے بدلہ میں تو بھی جی ہو جا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں نصیحت کی ہے کہ ہم سب کی بھلائی چاہیں اس لئے ہم تو یہی چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ گاندھی جی کو اپنے حضور عزت دے تا ایسا ہو کہ وہ روحانی لیڈر بھی بن جائیں۔ آخر خدا نے ہم سے لے کر تو انہیں کوئی رتبہ نہیں دینا کہ ہمیں تشویش ہو بلکہ ہمارے ذریعہ سے جب انہیں کوئی رتبہ حاصل ہو گا تو اللہ تعالیٰ ہمیں اور زیادہ انعام دے گا۔ پس چونکہ ان کی روحانی ترقی ہمارے مدارج کو بڑھائے گی کم نہیں کرے گی اس لئے ہماری تو ان کی ہدایت کے لئے دعا ہے مگر ہم یہ نہیں چاہتے کہ رسول کریم ﷺ پر اعتراض کئے جائیں۔

گاندھی جی ہوں یا کوئی اور رسول کریم ﷺ کے مقابلہ میں ہمیں ان کی کوئی پروا نہیں ہو سکتی۔ دیکھو شراب کے استعمال کو روکنے کے لئے کانگرسیوں کو کس طرح پکٹنگ کرنا پڑا۔ کیا محمد ﷺ نے بھی کبھی اس طرح کیا تھا۔ مگر یہاں کیا ہوتا ہے۔ ماریں کھائی جاتی ہیں۔ عورتیں نکلتی ہیں ان پر الزام لگتے ہیں۔ مگر شراب پینے والے برابر شراب پئے جاتے ہیں۔ ادھر آنحضرت ﷺ صرف ایک حکم دیتے ہیں اور شراب کا پینا کلیتہً بند ہو جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں جس قدر شراب پی جاتی تھی وہ کسی سے مخفی نہیں۔ لوگ شراب پیتے اور اس پر علانیہ فخر کرتے۔ دن رات میں وہ آٹھ آٹھ دفعہ پیتے اور بدمست رہتے۔ اسی حالت میں ایک دن مجلس میں شراب پی جا رہی تھی لوگ بدمست ہو رہے تھے۔ بعض بکواس کر رہے اور کہہ رہے تھے اور لاؤ اور لاؤ ایسے وقت میں گلی میں سے ایک شخص کی آواز آتی ہے کہ آج محمد ﷺ نے فرمایا ہے کہ شراب پینا حرام ہے۔ یہ سن کر وہ بدمست لوگ شراب پینا بند کر دیتے ہیں۔ ایک کہتا ہے جلدی دروازہ کھولو اور پوچھو یہ کیا کہہ رہا ہے۔ دوسرا اُٹھتا ہے اور لٹھ اٹھا کر شراب کے مٹکوں پر مارتا ہے اور انہیں چُور چُور کر کے کہتا ہے پہلے ان کا فیصلہ کر لیں تو پھر پوچھیں گے کہ کہنے والا کیا کہتا ہے۔ شراب بہہ جاتی ہے اور پھر وہ دروازہ کھولتا ہے اور پوچھتا ہے رسول کریم ﷺ نے کیا حکم دیا ہے۔ جب کہا جاتا ہے رسول کریم ﷺ نے شراب کی بندش کا حکم دیا ہے تو کہتے ہیں ہم نے پہلے ہی مٹکے توڑ دیئے ہیں اور اب کوئی شراب کے قریب بھی نہ جائے گا۔ گویا رسول کریم ﷺ کا حکم سن کر معاً ان بدمستوں کا نشہ کافور ہو جاتا ہے اور ایک ہی آواز کا یہ اثر ہوتا ہے کہ وہ اپنے مٹکوں کو توڑ دیتے اور شراب مدینہ کی گلیوں میں بہا دیتے ہیں اور اس قدر شراب بہتی ہے کہ لکھا ہے مدینہ کی گلیوں میں اس دن یوں شراب بہی جس طرح موسلا دھار مینہ کا پانی گلیوں میں بہتا ہے۔ یہ وہ نمونہ ہے جو آنحضرت ﷺ کی قوتِ قدسیہ کا ہے۔ اس کے مقابل مین گاندھی جی کا نمونہ کیا ہے وہ اب تک ملک سے شراب کو نہیں مٹا سکے۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کتنی عظیم الشان قوتِ قدسیہ کا مالک تھا وہ انسان جسے خدا تعالیٰ نے دنیا کی اصلاح کے لئے بھیجا اور جس کے ذریعہ دنیا میں اسلام قائم ہوا۔ مگر عطاء اللہ شاہ مسلمان کہلاتا ہوا گاندھی جی کی تعریف کرتا ہے اور آنحضرت ﷺ کی ہتک کرتا ہے۔ کیوں ایسے گلے بند نہیں ہو جاتے جن سے ایسی ایسی باتیں نکلتی ہیں اور کہاں ہیں ان کی آنکھیں جو اس عظیم الشان اعجاز کو دیکھیں کہ شراب سے بدمست لوگ ایک جگہ جمع ہیں۔ مناد کی آواز پر ایک دروازہ کھولنے دوڑتا ہے کہ معلوم کرے وہ کیا کہہ رہا ہے۔ مگر دوسرا کہتا ہے کہ

پہلے ان مٹکوں کو توڑ دو اور پھر پوچھو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ کجا یہ اثر اور کجا یہ کہ پکٹنگ ہو رہی ہے' شرابیوں کی منتیں کر رہے ہیں' لوگوں کو گھسیٹ گھسیٹ کر شراب خانوں سے علیحدہ کر رہے ہیں' جہاں بس چلے وہاں مارتے ہیں' عورتوں کی بے حرمتی ہو رہی ہے' جوتیاں چلتی ہیں' مگر شرابی ہیں کہ شراب پیئے جا رہے ہیں۔

عرب کی تاریخ پر غور کر کے دیکھ لو اور عیسائیوں سے گواہی لے لو معلوم ہو جائے گا کہ عرب میں جس قدر شراب پینے کا رواج تھا اس کا سوواں حصہ بھی ہندوستان میں نہیں۔ مگر محمد ﷺ کا ایک لفظ اور آپ کا ایک اشارہ وہ کام کر جاتا ہے جو آج دنیا کی متحدہ جدوجہد بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ پس رسول کریم ﷺ کے مقابلہ میں گاندھی جی کی قوت قدسیہ کا تو ذکر ہی کیا۔ جب گاندھی ارون معاہدہ ہوا تو نوجوانوں نے شروع شروع میں کہہ دیا کہ ہم اس بارے میں گاندھی جی کی بات نہیں مانتے۔ مگر محمد ﷺ نے بالمقابل طاقتوں سے وہ وہ معاہدات کئے کہ لوگوں کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہوتے تھے لیکن جب آپ فرماتے کہ یہ میرا حکم ہے تو معاً تمام جوش دب جاتے اور کچھ فتنہ پیدا نہ ہوتا۔ حدیبیہ کے مقام پر مسلمانوں کے دل اس وقت ٹکڑے ہو رہے تھے جب کہ انہیں حج سے روکا گیا تھا۔ اور ان کی تلواریں میانوں سے باہر نکل رہی تھیں اور وہ چاہتے تھے کہ اگر انہیں ذرا بھی اشارہ ہو جائے تو مکہ کے دشمنوں کو کاٹ کر رکھ دیں اور بزور حج کر لیں۔ مگر رسول کریم ﷺ اسی جگہ حج کی قربانی کرتے اور حجامت بنوا لیتے ہیں۔ یہ دیکھتے ہی تمام لوگ اس طرح قربانیاں کرنے کے لئے دوڑتے اور حجامتیں بنواتے ہیں کہ یوں معلوم ہوتا ہے نہ انہیں اپنی ندامتوں کا خیال رہا نہ شرمندگی کا دل میں کچھ احساس رہا۔ سب باتیں دور ہو گئیں اور صرف ایک ہی مقصد ان کے سامنے رہ گیا کہ رسول کریم ﷺ کی تقلید میں قربانیاں کرو اور سر منڈاؤ۔ پس رسول کریم ﷺ کی جو قوت قدسیہ تھی اور آپ کے شاگردانِ خاص کو جو اللہ تعالیٰ نے شان عطا فرمائی تھی وہ نرالی رنگ کی ہے۔ اگر آج ہندوستان کو حکومت مل جائے تو گاندھی جی کا کیا کام رہ جائے گا مگر محمد ﷺ کا نام ابد تک رہنے والا ہے اور ہمیشہ آپ کی غلامی کا دم بھرنے والے لوگ موجود رہیں گے۔ پس گاندھی جی کا رسول کریم ﷺ کے مقابل میں ذکر کرنا نہایت نا سمجھی کی بات ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر کسی کے اندر ذرہ بھر بھی شرافت ہو گی اور وہ اس بات پر غور کرے گا جو میں نے بیان کی ہے تو وہ یقیناً اپنے دل میں اس بات پر شرمندگی محسوس کرے گا۔

(الفضل ۲۵۔ جون ۱۹۳۱ء)

۱؎ مسلم کتاب الامارة باب وجوب طاعة الامراء فی غیر معصیة و تحریمها فی المعصیة

۲؎ البقرة:۱۹۶

۳؎ مسلم کتاب الامارة باب وجوب طاعة الامراء فی غیر معصیة و تحریمها فی المعصیة

۴؎ مسند احمد بن حنبل جلد ۱ صفحہ ۵

۵؎ تذکرة صفحہ ۱۶۵- ایڈیشن چہارم

۶؎ تذکرة صفحہ ۷۲۳- ایڈیشن چہارم